© rasailojaraid.com

محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

ان عائشته زوج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قالت د خل رهط من
الیهود علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقالوا السام علیکم۔
قالت عائشته ففهمتها فقلت علیکم السام واللعنته
قالت فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مهلا یا عائشته ان اللّٰہ یحب
الرفق فی الامرکله۔
فقلت یا رسول اللّٰہ الم تسمع ماقالوا؟
قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قد قلت علیکم
(صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب الرفق فی الامر کلہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) یہودیوں کا ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے کہا:

السام علیکم (آپ پر موت واقع ہو)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، میں نے ان کی یہ بات سمجھ لی تھی۔ چنانچہ میں نے جواب میں کہا:

تم پر موت بھی واقع ہو اور لعنت بھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ الفاظ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا: عائشہ ٹھہرو (خاموش رہو) بے شک اللہ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ آپ نے ان کی بات نہیں سنی؟

فرمایا: میں نے جواب میں کہہ تو دیا تھا کہ تم پر واقع ہو۔

یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب الادب میں بھی ہے اور کتاب الاستیذان میں بھی! کتاب الاستیذان میں یہ الفاظ "باب کیف الرد علی اہل الذمتہ السلام" میں بیان ہوئے ہیں۔

اپنے معنی و مفہوم میں حدیث کے الفاظ بالکل واضح ہیں۔ صحیح بخاری کے علاوہ یہ حدیث مختلف کتب احادیث میں متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ طبرانی میں حضرت زید بن ارقم کی روایت سے بتایا گیا ہے کہ ایک دن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اہل یہود کا ایک شخص آیا' جس کا نام ثعلبہ بن حارث تھا اور وہ بڑا بدزبان تھا۔ اس نے آتے ہی آنحضرت کو "السام علیک یا محمد" (اے محمد! آپ پر موت واقع ہو) کہا۔

آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا! "وعلیکم۔" (تم پر)

یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے' جہاں صحابہ کرام بہت بڑی تعداد میں موجود تھے' اور اس مجلس میں بھی چند صحابہ تشریف فرما تھے' جس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ مدینے کے قرب و جوار میں مختلف قبائل اور بستیوں میں صحابہ کی کثیر جماعت فروکش تھی۔ اور یہ وہ حضرات تھے جو آنحضرت پر جانیں نچھاور کرتے تھے' آپؐ کے ہر ارشاد و فرمان پر عمل پیرا ہوتے اور آپؐ جو حکم دیتے اس کے ہر گوشے اور ہر شوشے کو دل و جان سے تسلیم کرتے تھے۔ آنحضرتؐ بھی ان سے بہ درجہ غایت پیار اور محبت کا برتاؤ فرماتے اور ان کے دکھ سکھ میں ہر آن شریک رہتے تھے۔

لفظ "سام" کے معنے ہیں موت اور ہلاکت۔ یعنی کسی کے لیے بربادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تہس نہس ہو جانے کی بد دعا کرنا۔

یہودی آنحضرتؐ اور مسلمانوں سے شدید نفرت کا اظہار کرتے تھے اور اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ ان کا یا کسی اور غیر مسلم کا آنحضرتؐ کو اس انداز سے خطاب کرنا' ظاہر ہے کہ نہایت گستاخانہ انداز ہے' لیکن آپؐ نے اس پر نہ کسی کی گرفت کی اور نہ کسی کو برا بھلا کہا۔ نہ صحابہ کرام میں سے کسی کو ترش لہجے اور سخت زبان میں اس کا جواب دینے کی اجازت دی۔ بلکہ جیسا کہ حدیث کے الفاظ میں صراحت فرمائی گئی ہے' آنحضرتؐ نے جواب میں سخت لفظ استعمال کرنے سے منع فرما دیا۔

یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ جب یہودیوں کی ایک جماعت آنحضرتؐ کے پاس آئی' اس وقت حضرت عائشہؓ گھر میں موجود تھیں اور ان لوگوں کے "السام علیکم" کے الفاظ پردے کے پیچھے سے ان کے کانوں میں پڑے تو ان کو نہایت تکلیف ہوئی' اسی بنا پر انھوں نے آنے والے یہودیوں کو "السام علیکم" بھی کہا اور ساتھ ہی "واللعنتہ" بھی کہا' یعنی "علیکم السام واللعنتہ" کہ تم پر موت بھی واقع ہو اور لعنت بھی۔!

بہ ظاہر یہ الفاظ کہنے میں حضرت عائشہؓ حق بجانب تھیں' اس لیے کہ وہ آنحضرتؐ کی بیوی تھیں اور کوئی وفادار اور عالی کردار بیوی اپنے شوہر کے لیے اس قسم کے غیر مہذبانہ اور بدتمیزانہ الفاظ کسی کی بھی زبان سے نہیں سن سکتی اور اگر کوئی اس قسم کے الفاظ زبان سے نکالے تو برداشت نہیں کر سکتی۔ مگر آنحضرتؐ کو یہ منظور نہ ہوا کہ کوئی گستاخی اور بدتمیزی کا مظاہرہ کرے تو اسی قسم کا اسے جواب دیا جائے۔ مردانگی' تحمل' بردباری اور رحمت و رافت کا تقاضا یہ ہے کہ سختی کا جواب نرمی سے اور گستاخی کا جواب محبت سے دیا جائے۔ اگر دونوں فریق ایک ہی قسم کی زبان بولنے لگیں تو دونوں میں فرق کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا؟

قرآن مجید نے اپنے پاک باز بندوں کی جو اصل خوبی بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

و عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما○ (الفرقان: ۶۳)

اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نہایت فروتنی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو ان سے بھی سلامتی کی بات کرتے ہیں۔

یعنی وہ انتہائی وقار' متانت اور امن و سکون سے زندگی گزارتے ہیں' کسی کی دل شکنی نہیں کرتے' کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے اور کسی کے درپے آزار نہیں ہوتے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر کوئی جہالت زدہ اور اکھڑ طبیعت کا آدمی ان سے ناروا سلوک کرتا ہے تو اس کے لیے بھی سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

اسلام درحقیقت امن اور سلامتی کا مذہب ہے اور لوگوں کو اسی کی تلقین کرتا ہے۔ مار دھاڑ' سختی' تشدد' اور دائرہ تہذیب سے ہٹی ہوئی گفتگو' اسلام کے مزاج اور اس کی تعلیم کے قطعاً" منافی ہے۔ لوگوں کے لیے ذہنی سلامتی' فکری سلامتی' جسمانی سلامتی' معاشی' مالی اور معاشرتی سلامتی کے حالات پیدا کرنا اسلام کا مقصود اولیں ہے۔ وہ صاف ستھری ثقافت کا بانی اور داعی ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا عملی مظہر تھے۔ آپؐ نے اپنی حیات طیبہ کے مکی دور میں بھی اسلام کی اس نتھری ہوئی تہذیب' صاف ستھری تعلیم اور بہترین ثقافت کو ملحوظ خاطر رکھا اور مدنی عہد زندگی میں بھی اپنے تمام اعلیٰ اختیارات حکمرانی کے باوصف اسے مدار عمل ٹھہرائے رکھا۔ اگر کسی کی غلط بات کا بہ امر مجبوری جواب دینا ضروری سمجھا تو پیرایہ اظہار نہایت پروقار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور طرز ادا انتہائی متانت اور سلجھاؤ کی آئینہ دار ہے۔

اسی حدیث پاک کے الفاظ پر غور کیجیے۔ یہودیوں نے آپؐ کو مخاطب کر کے کہا۔

السام علیکم کہ آپ (نعوذ باللہ) موت اور ہلاکت سے دوچار ہوں۔

آپ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ "علیکم السام" (تم پر بھی موت کا حملہ ہو) بلکہ فرمایا "علیکم۔" "تم پر۔

یہ نہایت مختصر الفاظ ہیں اور بہ درجہ غایت توازن کے حامل! آپؐ نے "سام" (موت یا ہلاکت) کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ اور پھر "علیکم" (تم پر) کا لفظ بھی اس درجے آہستگی سے زبان مبارک سے نکالا کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سن نہیں سکیں، جب کہ انھوں نے یہودیوں کے الفاظ اچھی طرح سن لیے تھے۔ ان کو بھی آپؐ ہی نے بتایا کہ میں نے یہ لفظ کہا ہے۔ ارشاد ہے "**قد قلت علیکم**" کہ میں نے کہہ تو دیا "تم پر۔"

ایک نکتہ اس میں یہ پنہاں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے خفگی کے عالم میں یہودیوں سے کہا کہ "**علیکم السام واللعنته**" (تم پر موت بھی آئے اور پھٹکار بھی) تو آنحضرتؐ نے یہ الفاظ پسند نہیں فرمائے۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو اس قسم کے الفاظ زبان سے نکالنے سے روکا اور فرمایا:

"**مهلًا یا عائشته**" (عائشہ ٹھہرو) یعنی یہ اسلوب تخاطب پسندیدہ نہیں، اس سے باز رہو۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم بھی نرمی سے کام لو اور بردباری کا مظاہرہ کرو۔

امام بخاری کی فقاہت ملاحظہ ہو کہ انھوں نے یہ حدیث کتاب الادب میں درج کی ہے، جس سے مقصد یہ ہے کہ ہر معاملے میں ادب و متانت کے تقاضوں کو پیش نگاہ رکھنا چاہیے۔ اس کا ذیلی عنوان قائم کیا ہے۔ "باب الرفق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی الامر کلہ" کہ تمام مسائل و امور میں نرمی اختیار کرنے کا باب۔!

باب کے وہی الفاظ ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں۔

یہاں یہ ذہن میں رہے کہ کسی موضوع کی وضاحت و صراحت کے لیے کتب حدیث و فقہ میں جو "کتاب" کا لفظ لایا جاتا ہے' مثلاً کتاب الصوم' کتاب الزکوٰۃ' کتاب الادب' کتاب الحدود وغیرہ' اس کے معنے مین ہیڈنگ یا چیپٹر کے ہیں۔ اس کے جو ذیلی یا ضمنی یا سب ہیڈنگ ہیں' ان کے لیے "باب" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس حدیث کا جو ابتدا میں درج کی گئی ہے' امام بخاری نے مین ہیڈنگ (بڑا عنوان) کتاب الادب قائم کیا ہے' جس کے بہت سے ذیلی عنوانوں میں سے ایک عنوان "باب الرفق فی الامر کلہ" ہے' اور امام بخاری نے یہ حدیث اسی عنوان کے تحت بیان کی ہے۔

ادب کا مطلب ہے' قول و عمل میں اچھائی کا مظاہرہ کرنا۔ عمدہ کردار اور حسن اخلاق کا ثبوت دینا' تعظیم و تکریم سے پیش آنا اور ہر معاملے میں شرافت و نجابت کو مطمح نظر قرار دینا۔

آنحضرتؐ کی ذات اقدس سے مسلمانوں کو کس درجے تعلق و عقیدت اور محبت و الفت کا اظہار کرنا چاہیے' اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایئے کہ آپ کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود اپنی اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ دیا ہے۔ بہ الفاظ دیگر اللہ کی اطاعت اسی صورت میں نتیجہ خیز اور ذریعہ نجات ہو سکتی ہے' جب کہ اس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دم بھرا جائے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کی جائے گی تو اللہ کی اطاعت بھی نہیں ہو سکے گی۔ لیکن آپؐ کی اطاعت محض "توہین رسالت" کا بل پاس کر لینے سے وابستہ نہیں ہے۔ بل پاس ہونے یا نہ ہونے سے اطاعت رسول اور اتباع شریعت کا قطعاً" کوئی واسطہ نہیں۔ جب اسمبلیاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں تھیں اور بلوں کے پیش اور پاس ہونے کا کوئی تصور نہیں تھا' اس وقت بھی اطاعت رسول اور تکریم پیغمبر کے سلسلے قائم تھے' بلکہ موجودہ دور سے زیادہ قائم تھے۔ اس زمانے میں لوگ فی الواقع احترام رسالت اور اطاعت رسول کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ اب عملاً وہ بات نہیں ہے۔ اب محض توہین رسالت کے بل پاس کرانے کے ہنگامے جاری ہیں' جن کا ارشاد رسالت سے کوئی علاقہ نہیں۔

توہین رسالت کے بل پاس کرانے کی جدوجہد کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ مکہ اور اس کے قرب و جوار کے خالص کفر کے معاشرے اور اسلام دشمنی کے ماحول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نوع کے خوف و خطر کا احساس کیے بغیر' تن تنہا خالی ہاتھ اسلام کی تبلیغ کرنے اور لوگوں کو کفر و شرک کے ارتکاب سے روکنے کے لیے میدان میں آتے تھے۔ لیکن اب خالص مسلمانوں کے ملک میں موجودہ مبلغین اسلام دس قدم بھی کہیں تنہا جانے کی ہمت نہیں رکھتے۔ محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے اور امامت کرانے جائیں تو بھی دو تین محافظ آتشیں اسلحہ اٹھائے ان کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چلتے ہیں۔ اگر کہیں سفر پر یا کسی جگہ وعظ و تقریر کے لیے تشریف لے جانا چاہیں تو اس شان سے جاتے ہیں کہ لوگوں کے چندے سے خریدی ہوئی ان کی کئی لاکھ کی پجارو میں چار پانچ مسلح پہرے دار ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں' جنھوں نے کلاشنکوفیں اور موزر ہاتھوں میں پکڑے اور سر گاڑی سے باہر نکالے ہوئے ہیں' اور جس طرف دیکھتے ہیں' اس طرف تیزی سے کلاشنکوف اور موزر کا رخ پھیر دیتے ہیں' تاکہ اسلام کے ان مبلغوں کی لوگوں پر دہشت طاری ہو۔ انھیں دیکھ کر ایسے معلوم ہوتا ہے' جیسے کسی بہت بڑے نامی گرامی ڈکیت کو پکڑ کر لیے جا رہے ہیں۔

یہ ڈرپوک اور بزدل لوگ جنھیں اپنے مسلمان بھائیوں پر ہی اعتماد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں، اسلام کی کیا خدمت کریں گے، اور غیر مسلموں کے مجمعوں میں کیوں کر آنحضرتؐ کے اوصاف و کمالات معرض بیان میں لائیں گے۔ ان کا یہ کردار تعلیم رسولؐ اور عمل رسولؐ سے کسی صورت میں بھی لگا نہیں کھاتا۔ انھیں توہین رسالت کے بجائے خود اپنی حفاظت کے بل پاس کرانے چاہئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کسی قانون کا محتاج نہیں۔ آپؐ کے احترام کی ذمے داری اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر عائد کی ہے اور وہ چودہ سو سال سے یہ فریضہ نہایت احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کا اصلی اور بنیادی طریقہ آپؐ کے فرامین و ارشادات پر عمل کرنا اور اپنی زندگیوں کو آپؐ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔

احترام رسالت کے جو طریقے موجودہ دور کے بعض لوگ ایجاد کرنے کے درپے ہیں، وہ رسولؐ خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہیں۔ آپؐ نے مخالفوں کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، توہین رسالت کے نام سے کسی کو قید یا جرمانے کی سزا دینے کا حکم نہیں دیا۔

© rasailojaraid.com